حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ

جنگل کی فضاء اللہ تبارک تعالیٰ کے ذکر بالجہر سے معمور تھی' اس آواز میں درد بھی تھا' محبت بھی تھی' تڑپ بھی تھی اور التجا بھی۔ چرند پرند بھی خاموش تھے جیسے وہ بھی اس آواز سے مسحور ہو گئے ہوں۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے آسمان سے خدائے لم یزل کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہو رہا ہو۔ اللہ کا یہ نیک بندہ جو دنیا سے کنارہ کش ہو کر جنگل کے ایک گوشہ میں بیٹھا اپنے رب کریم کے ذکر میں مشغول و محو تھا اس کا اسم گرامی حضرت شاہ عبدالطیف رحمتہ اللہ علیہ تھا۔ جو ہر روز جنگل میں جا کر اپنے رب کی یاد میں مصروف ہو جایا کرتا تھا۔

آپ حضرت شاہ ناصرالدین قادری رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ عبادت و ریاضت اور مرشد کامل کی توجہ نے حضرت شاہ عبداللطیف کی نگاہوں کے سامنے سے بہت سے حجابات اٹھا دیئے تھے۔ اکثر اولیائے کرام کی ارواح مقدسہ کا مشاہدہ کیا کرتے تھے۔ ایک دن آرام فرما رہے تھے کہ سلسلہ قادریہ' چشتیہ و سہروردیہ کے

سردار سیدنا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔

"عبداللطیف! تمہارے گھر جو بچہ تولد ہو گا اس کا نام میرے نام پر رکھنا۔"

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت سے آنکھوں کو سرور اور دل کو ٹھنڈک نصیب ہوئی۔ کاش یہ خواب دوام اختیار کر لیتا اور میں سدا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کرتا رہتا۔

حضرت عبداللطیف رحمتہ اللہ علیہ کا دل محبت سے سرشار تھا' یہ مژدہ جانفزا زوجہ محترمہ کو سنایا تو اس کی خوشی کی بھی انتہا نہ تھی۔ پیدا ہونے والے بچے کی بزرگی و اولیائی کی سند مل گئی تھی۔ چنانچہ اس بچے نے پنجاب کے قصبہ بٹالہ میں جنم لیا۔ باپ نے بحکم حضرت ابوتراب رضی اللہ عنہ بیٹے کا نام غلام علی رکھا۔

آپ کا میلان طبع دوسرے بچوں کی نسبت بالکل جداگانہ تھا۔ باپ اور ماں دونوں بڑا خیال رکھتے تھے۔ جب تحصیل علم کی عمر کو پہنچے تو دینی تعلیم کا اہتمام کر دیا۔ قرآن پاک کو حفظ کیا' حدیث پاک کی سند حضرت شاہ ولی اللہ رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادگان سے حاصل کی ۔ باپ کی بھی بیٹے پر نظر خاص تھی جو قدم قدم پر رہنمائی کرتا تھا۔ الغرض آپ کی پرورش و تربیت ایسے ماحول میں ہونے لگی جس کی روشنی میں معرفت اللہ کی منازل طے کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ آپ ہر وقت اپنی حیات کو حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں نکھارنے میں مصروف رہتے تھے۔ ایک دن دہلی سے والد گرامی کا پیغام ملا کہ میرے پاس چلے آؤ۔ آپ نے رخت سفر باندھا اور کئی دنوں کی مسافت طے کرنے کے بعد آپ جس رات والد بزرگوار کی خدمت میں اقدس میں پہنچے تو ان کے مرشد حضرت ناصرالدین رحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔

"بیٹا غلام علی میں نے تم کو اپنے پیر و مرشد سے بیعت کرانے کے لئے بلایا تھا

لیکن مقسوم میں نہ تھا اب تم جہاں اطمینان ہو بیعت کر لو۔"

باپ نے فرمایا تو آپ نے سر تسلیم خم کر دیا۔ اب آپ خلافت بیعت سے سرفراز ہونے کے لئے مختلف اولیاء اللہ کی چوکھٹوں پر حاضری دینے لگے لیکن آپ کے لئے فیض کی دولت ان کے پاس نہ تھی۔ ایک دن آپ اسی جستجو میں حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں پہنچے' دل نے گواہی دی کہ جس منزل کی تلاش تھی وہ یہی ہے۔ اس وقت آپ کی عمر بائیس سال اور سن ۱۱۸۰ ہجری تھا' بعد ادب درخواست کی۔

" حضور اپنے خدام میں شامل فرمالیں ۔"

جہاں ذوق و شوق ہو وہاں بیعت ہو جاؤ' یہاں تو سنگ بے نمک بسمد ن کا مضمون ہے۔ حضرت مرزا جان جاناں شہید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا "مجھے یہی منظور ہے حضور" آپ نے عرض کیا۔

" مبارک ہے " حضرت شہید رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا اور آپ کو بیعت فرمایا اور طریقہ نقشبندیہ' مجددیہ میں تلقین فرمائی۔ مرشد کے کہنے کے مطابق آپ حلقہ ذکر و مراقبہ میں مشغول ہو گئے' لیکن روز اول سے ہی بسااوقات یہ خیال گزرتا کہ حضرت غوث الثقلین رحمتہ اللہ علیہ ناراض نہ ہو جائیں کہ سلسلہ قادریہ کیوں نہ اختیار کیا۔ ایک دن اسی خیال میں سو گئے کہ رات کو خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک مکان میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ تشریف فرما ہیں اور اس کے مقابل ایک اور مکان ہے جس میں حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ اللہ علیہ موجود ہیں' آپ چاہتے ہیں کہ اس مکان میں داخل ہوں کہ حضرت غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا ۔

" مقصود اللہ تعالٰی ہے جاؤ کوئی مضائقہ نہیں۔"

خواب سے بیدار ہوئے تو سینہ و ذہن تمام ترودات سے پاک تھا لہٰذا آپ یکسوئی کے ساتھ مرشد کے فرمان کے مطابق عبادت و ریاضت اور ذکر و مراقبہ میں مشغول

ہو گئے۔ جب پندرہ سال بیت گئے تو حضرت شہید رحمتہ اللہ علیہ نے آپ کو اجازت مطلقہ سے سرفراز فرمایا اور مخلوق اللہ کی رشد و ہدایت کے لئے فارغ کر دیا۔

اب آپ ہر وقت عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے۔ تھوڑا بہت جو سلسلہ معاش تھا وہ بھی ترک کر دیا اور توکل کو اپنا شعار بنایا۔ جب بھی بغرض آرام سونے کا ارادہ فرماتے تو پرانے سے بوریا پر لیٹ کر تکئیے کی جگہ سر کے نیچے اینٹ رکھ لیتے تھے۔ مسلسل فاقوں سے ضعف نے شدت اختیار کی لیکن توکل کی رسی کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ایک دن حجرے کا دروازہ بند کر لیا کہ یہی میری قبر ہے یہ ایک مقام تھا جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نیک بندے کو گزارنا تھا' چنانچہ حق سبحانہ تعالیٰ نے کسی کے ہاتھ تھوڑا سا فتوح بھیجا اور پھر چند دن بعد کشائش کے دروازے کھل گئے۔ اب لوگ اکتساب فیض کے لئے آپ کی طرف ہجوم کرنے لگے اور بیعت سے مشرف ہونے لگے اور پھر وہ وقت بھی آیا کہ تقریباً دو سو آدمی خانقاہ میں رہا کرتے تھے اور ان سب کے لئے خورد و نوش اور دیگر ضروریات کے لئے انتظام احسن طریق سے ہو جاتا تھا۔

آپ بہت کم سوتے تھے' بوقت تہجد اگر لوگ سو رہے ہوتے تو انہیں اٹھایا کرتے تھے' خود نماز تہجد کے بعد مراقبہ و تلاوت قرآن میں مشغول ہو جایا کرتے تھے۔ ہر روز دس پارے پڑھتے تھے مگر ضعف کی حالت میں بعض اوقات کم پارے پڑھ لیتے تھے۔ زوال کے قریب تھوڑا سا کھانا تناول فرماتے اور قیلولہ کے بعد کتب دینیہ کے مطالعہ اور تحریرات ضروریہ میں مشغول ہو جاتے تھے۔ ظہر کے بعد حدیث و تفسیر کا درس دیتے۔ بعد از عصر وعظ فرما کر شام تک حلقہ ذکر و توجہ میں مشغول رہتے۔ نماز مغرب کے بعد خاص مریدان کو بڑی توجہ سے کھانا کھلاتے اور پھر عشاء کی نماز ادا کرتے۔ رات بھر بیٹھ کر ذکر و مراقبہ میں گزار دیتے اگر نیند غلبہ کرتی تو مصلیٰ پر ہی دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے لیکن پاؤں نہ پھیلاتے تھے۔

چارپائی پر شاید ہی کبھی سوئے ہوں گے۔ آپ موٹا لباس زیب تن فرماتے تھے۔ اگر کبھی کوئی عقیدت مند نفیس کپڑا بھیج دیتا تو اسے بیچ کر کئی کپڑے خرید لیتے اور پھر انہیں فی سبیل اللہ تقسیم فرما دیتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ بہتر ہے کہ ایک آدمی کی بجائے اسے کئی آدمی پہن لیں۔ کوئی کام کرنے سے قبل دیکھ لیتے تھے کہ اس ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا عمل تھا۔ امراء لوگ اگر پر تکلف کھانا پکوا کر آپ کے لئے بھیجتے تو اکثر خود نہ کھاتے تھے۔ طالب علموں کے لئے بھی مکروہ سمجھتے۔ اسے لوگوں میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ دیگوں کو اسی طرح رہنے دیتے اور جو آتا لے جاتا تھا۔ اگر کوئی نقد روپیہ بھیجتا اور اس میں شبہ نہ ہوتا تو پہلے اس میں سے چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ نکالتے پھر حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کی نیاز کے لئے حلوہ تیار کر کے فقراء میں تقسیم کر دیتے، جو قرض لیا ہوتا وہ ادا کر دیتے اور اہل حاجت کو عطا فرماتے تھے۔ اگر کوئی بغیر بتائے ہی روپے لے جاتا تو دانستہ اس کی حاجت سے منہ پھیر لیتے تاکہ شرمندہ نہ ہو۔ بعض اوقات ایسے لوگ بھی آتے جو آپ کی کتب اٹھا کر لے جاتے تھے اور پھر آپ ہی کے پاس فروخت کرنے کے لئے آتے تھے۔ آپ قیمت دے کر خرید لیتے تھے۔ اگر کوئی عرض کرتا کہ حضور یہ تو آپ کے کتب خانہ کی کتابیں ہیں اور نشانی موجود ہے تو آپ اسے سختی سے منع کرتے اور فرماتے کیا ایک کاتب چند نسخے نہیں لکھ سکتا۔

طالبان خدا دور دراز ممالک سے حضرت غلام علی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوتے تھے۔ آپ کی زندگی میں اس قدر فیض آپ سے جاری ہوا جس کا شمار نہیں۔ مولانا خالد رومی قدس سرہ آٹھ نو ماہ میں صاحب اجازت ہو کر اپنے وطن کردستان واقع ملک روم میں واپس چلے گئے اور وہاں طریقہ عالیہ مجددیہ کی ترویج کی۔ آپ اپنے مریدین کی مدد بھی فرمایا کرتے تھے۔ میاں احمد یار آپ کے اصحاب کبار میں سے تھے۔ بغرض تجارت قافلہ کے ہمراہ جا رہے تھے

کہ صحرا میں کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں اور پاس کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ اپنی گاڑی کو دوڑا کر قافلہ سے آگے لے جاؤ کیونکہ اس قافلہ کو ڈاکو لوٹ لیں گے اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ میاں صاحب نے حسب ارشاد حکم کی تعمیل کی اور بیل گاڑی کو دوڑا کر آگے نکل گئے اور بخریت منزل پر پہنچ گئے، جبکہ قافلے کو ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ میاں زلف خان آپ کے مخلصین میں سے تھا جب وہ بیعت ہونے کے لئے دہلی آرہا تھا تو جنگل میں راستہ بھول گیا۔ اچانک ایک بزرگ نمودار ہوا جس نے اسے سیدھے راستے پر ڈال دیا۔ اس نے پوچھا حضرت آپ کون ہیں؟

"میں وہی ہوں جس سے بیعت ہونے کو جارہے ہو۔"

آپ کی ایک ارادت مند صالح بوڑھی عورت تھی اس کی عمر رسیدہ لڑکی قضائے الٰہی سے انتقال کر گئی، آپ تعزیت کے لئے اس کے ہاں تشریف لے گئے اور اسے فرمایا اللہ تعالیٰ تجھے نعم البدل میں فرزند عطا فرمائے۔

یہ سن کر مرید صالحہ ضعیفہ نے عرض کیا حضور میں اور میرا شوہر دونوں بوڑھے ہیں پھر یہ کیسے ممکن ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ اور پھر قریب ہی مسجد میں جا کر دوگانہ ادا کیا اور بڑھیا کے حق میں خصوصی دعا فرمائی۔ دعا قبول ہوئی اور فرمان کے مطابق اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔

آپ سے جو شخص ملنے کے لئے حاضر خدمت ہوتا اسے تھوڑی دیر کے بعد رخصت فرما دیتے تھے اور یہ عذر پیش کرتے تھے کہ فقیر کو قبر کی فکر ہے۔ بوقت رخصتی شرینی یا تحفہ بھی عطا فرمایا کرتے تھے۔ نواب امیر خان حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ کی اولاد سے اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے نواسہ تھے۔ ان بزرگوں کی وجہ سے آپ ان کی بڑی تعظیم کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ تشریف لائے اور کافی دیر تک بیٹھے رہے۔ آپ نے رخصت کرنا چاہا لیکن ان کا دل اٹھنے کو نہ چاہتا تھا، آپ نے خادم کو کہا کہ مکان کے کاغذات لاکر نواب صاحب کی نذر کر دیں۔ یہ تو

نہیں اٹھتے ہم ہی مکان نذر کر کے کہیں اور چلے جاتے ہیں۔ یہ سن کر وہ فوراً اٹھ کر چلے گئے۔

آپ کو سرور دوعالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت تھی۔ ہر کام میں سنت رسول اللہ علیہ وسلم کو سامنے رکھتے تھے۔ اگر کوئی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک آپ کے سامنے لیتا تو مثل ماہی بے آب بیتاب ہو جایا کرتے تھے۔ آہ آہ کہہ کر ہاتھ اٹھاتے اور کبھی ہاتھ پھیلا کر سمیٹ لیتے گویا کسی سے بغل گیر ہوئے ہیں اس وقت آپ کے لبوں پر مولانا روم کا یہ شعر مچلنے لگتا۔ ؎

موسیا آداب داناں دیگر اند
سوختہ جان و رواناں دیگر اند

آپ فنا فی الرسول تھے۔ بعض اوقات آپ کے مکان سے ایسی اعلیٰ خوشبو آنے لگتی تھی جس کو کسی دوسری خوشبو سے مشابہت نہیں دی جاسکتی تھی۔ اس وقت آپ لوگوں کو وہاں سے رخصت کر دیتے تھے۔ ایک دفعہ آتش دوزخ کے خوف نے آپ پر شدید غلبہ کیا دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں۔

"جو شخص ہم سے محبت رکھتا ہے وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔"

ایک دن آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں رو رہے تھے۔ فراق کا اتنا غلبہ ہوا کہ نوبت خاکپاشی تک پہنچ گئی یہ عمل بظاہر سنت کے خلاف ہے لیکن جوش محبت میں نادانستہ طور پر ہو گیا تھا جب اس عمل کا احساس ہوا تو اسی سوچ و بچار میں نیند آگئی کیا دیکھتے ہیں کہ میر روح اللہ جو آپ کے مرشد کے یاروں میں سے تھے تشریف لائے اور کہہ رہے ہیں۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام تمہارے منتظر بیٹھے ہیں آپ بصد شوق و ادب

بارگاہ عالیہ میں حاضر ہوئے، محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے معانقہ کیا۔

یہ شرع محبت نہیں کہ محب کوئی اپنی بات رکھے اس کا ہر عمل محبوب کی رضا کے لئے ہوتا ہے۔ جب کوئی محبت میں کامل ہو جاتا ہے تو محبوب کی صفات اس میں جلوہ گری کرنے لگتی ہیں۔ آپ نہایت سخی تھے۔ حیا کا یہ عالم تھا کہ آئینہ میں بھی اپنی شکل نہ دیکھتے تھے۔ مومنین پر شفقت اس قدر تھی کہ اکثر رات کو ان کے لئے دعائے خیر کرتے تھے۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر آپ کا شیوہ حسنہ تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہماری جاگیر مواعید الٰہی ہیں اور اس کے لئے دست شکستہ پا شکستہ دین درست یقین درست چار ایسی چیزیں ہیں جو بے حد ضروری ہیں۔

آپ کی محافل علم و عرفان سے لبریز ہوتی تھیں۔ جتنا جس کا ظرف ہوتا تھا اتنا وہ حاصل کر لیتا تھا۔ آپ کے لبوں سے نکلنے والا ایک ایک لفظ زر و جواہر سے تولنے کے لائق تھا۔ ایک دن تشریف فرما تھے، بہت سے مریدین، ارادت مند اور عقیدت مند بیٹھے تھے۔ مختلف موضوعات پر معرفت و حقیقت کی موتی لٹائے جا رہے تھے۔

"فقیر کون ہے؟"

ایک شخص نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ۔

"فقیر میں ف فاقہ کی، ق قناعت کی، ی یاد الٰہی اور ر ریاضت کی ہے۔ جو اس پر پورا اترا اس نے ف فضل کی، ق قرب مولا کی، ی یاری کی اور ر رحمت کی پائی اور جو پورا نہ اترا اس نے ف فضیحت کی، ق قہر کی، ی یاس کی اور ر رسوائی کی حاصل کی۔

ان کلمات قدسیہ سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا کہ فقیر کہنا آسان ہے لیکن فقیر بننا آسان نہیں ہے۔ صحیح فقیر وہ ہے جو فاقہ و قناعت اور ذکر و ریاضت کا خوگر ہو

اس کا صلہ اللہ کا فضل و قرب اور یاری و رحمت ہے۔ لیکن جن کے قول و فعل میں تضاد ہوتا ہے ان کے لئے فضیحت و قہر اور یاس و رسوائی کے سوا کچھ نہیں ہے۔

ایک شخص نے آدمی کی اقسام کے بارے میں پوچھا تو فرمایا اس کی چار اقسام ہیں، اولاً" نامرد یہ طالب دنیا سے۔ ثانیاً" مرد یہ عقبیٰ کا طالب ہوتا ہے۔ ثالثاً" جوانمرد یہ عقبیٰ اور مولا کا طالب ہوتا ہے اور ربعاً" فرد یہ صرف مولا کا طالب ہوتا ہے۔

اس قول کی روشنی اگر ہم اپنے اپنے احوال و حال کا جائزہ لیں تو الا ماشاء اللہ نکال کر غالب اکثریت پہلی قسم میں شامل ہے۔ طالب مولا بننے کے لئے ہمیں بہت سے جبر کے پتھر اپنے سینوں پر رکھنے ہوں گے لیکن حقیقت کی نظر سے دیکھا جائے تو مقصود حیات یہی ہے کہ جو عمل ہو رب کو راضی کرنے کے لئے ہو اور اس کے عوض جنت بھی طلب نہ کی جائے۔ اگر جنت کا مالک مل جائے تو جنت کہاں چلی جائے گی، صرف نیت درست کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ اکثر مریدین کو فرمایا کرتے تھے کہ طالب کو چاہیئے کہ ہر وقت عبادت سے الگ الگ کیفیات معلوم کرے اور آگاہ رہے کہ نماز سے کیا کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ تلاوت قرآن مجید سے کیا نسبت ظاہر ہوتی ہے۔ درس حدیث سے اور تہلیل ربانی کے شغل سے کیا ذوق حاصل ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی معلوم کرے کہ لقمہ شک سے کیسے ظلمت زیادہ ہوتی ہے، علی ہذا القیاس دوسرے گناہوں سے کیا کیا ظلمتیں زیادہ ہوتی ہیں۔

حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ سے کئی کرامات اور خوارق ظہور پذیر ہوئے۔ ایک دن ایک برہمن ہندو بچہ آپ کی مجلس میں آگیا، آپ کی نظر عنایت جو اس پر پڑی تو فوراً" زنار توڑ کر مشرف اسلام ہوگیا۔

الغرض آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ ذکر و مراقبہ و عبادت و ریاضت میں

بسر ہوتا تھا۔ آپ کو ہمیشہ شہادت کی آرزو رہی، لیکن فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ کی شہادت کے باعث لوگوں کو بہت تکالیف کا سامان کرنا پڑا۔ تین سال سخت قحط بھی رہا جس میں بیشمار جانیں تلف ہوئیں اور قتل و قتال ایسا وقوع میں آیا کہ خارج از تحریر ہے۔ اس لئے اپنی شہادت سے ڈرتے تھے۔ آخر وہ وقت آگیا جو سب پر ایک نہ ایک دن وارد ہونا ہے۔ مرض موت شروع ہوا تو اس میں بواسیر اور خارش کا غلبہ ہوا۔ وصیت فرمائی کہ میرا جنازہ جامع مسجد میں رکھے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کے پاس لے جانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض شفاعت کرنا اور دو اشعار تلقین فرمائے کہ میرے جنازے کے آگے پڑھے جائیں۔

یہ ۲۲ صفر المظفر ۱۲۴۰ ہجری کا دن تھا کہ اللہ کا یہ ولی اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خالق حقیقی سے جاملا اور اپنے مرشد کے پہلو میں آسودہ خواب ہوا۔

آپ کی زندگی سے یہ سبق ملتا ہے کہ ہم جو بھی عمل کریں وہ رب کریم کی طلب کے لئے کریں اور ہر کام میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ اور آپ کے صحابہ اکرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں کو سامنے رکھیں اور دنیا کی محبت سے گزیر کریں کہ یہ ہر گناہ کا سر ہے اور گناہوں کا سر کفر ہے۔